حفظِ قرآنِ کریم کیوں ضروری ہے؟!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

گزشتہ دنوں محترم جناب عبدالرؤف ملک صاحب (لاہور) کی طرف سے ایک خط موصول ہوا، جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ ماہنامہ ''اشراق'' کے جون ۲۰۱۹ء کے شمارہ میں ایک مضمون ''قرآن کریم پر نظر کی ضرورت'' کے عنوان سے چھپا ہے، جو انتہائی دل آزاری کا سبب ہوا، یہ مضمون آپ کی خدمت میں ارسال کیا جارہا ہے، اس پر غور فرمالیں۔ راقم الحروف نے وہ مضمون پڑھا، اس کے متعلق چند گزارشات پیش کرنے کی جسارت کررہا ہے۔

محترم! جمہور علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک اتنا قرآن کریم حفظ کرنا جس سے نماز ادا ہوجائے، ہر مسلمان عاقل بالغ پر فرض ہے اور مکمل قرآن کریم حفظ کرنا فرضِ کفایہ اور باعثِ اجر وثواب ہے۔ اگر کوئی بھی مسلمان حافظِ قرآن نہ رہے تو تمام عالم کے مسلمان گناہ گار ہوں گے۔ ڈاکٹر عرفان شہزاد صاحب کا پورا مضمون پڑھنے سے ایک عام آدمی بھی یہی تأثر لیتا اور محسوس کرتا ہے کہ یہ مضمون تضادات کا مجموعہ ہے اور اس میں کوئی بات واقعی، حقیقی اور تحقیقی نہیں، اس لیے کہ آپ ﷺ نے خود قرآن کریم حفظ کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی ترغیب دی، بلکہ جو شخص ایمان لاتا اول آپ ﷺ اس کو قرآن کریم سکھاتے اور پھر وہ قرآن سیکھنے کے بعد اوروں کو سکھاتا اور حفظ کراتا، جس کی بنا پر ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن کریم کے حافظ بنے۔ ایک غزوہ میں ستر قاری شہید ہوئے اور جنگِ یمامہ

میں سات سو قرآن کریم کے حافظ شہید ہوئے، جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ: ''قرآن کریم کو کتابی صورت میں بھی محفوظ کرایئے، اس طرح حفاظ شہید ہوتے رہے تو کہیں قرآن کریم ہی نہ اُٹھ جائے۔'' جس کے بعد قرآن کریم کو حفظ کے ساتھ ساتھ کتابی صورت میں بھی جمع کیا گیا اور کیا جاتا رہا۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تفسیرِ قرطبی کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''**لاخلاف بین الأمة ولابین أئمة أهل السنة : أن القرآن اسم لكلام الله تعالىٰ الذى جاء به محمد صلى الله عليه وسلم معجزة لهٗ وأنهٗ محفوظ فى الصدور مقروء بالألسنة مكتوب فى المصاحف.....**'' (تفسیر قرطبیؒ، ج:۱،ص:۸۰)

''اُمت اور اہلِ سنت کے ائمہ کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے اس کلام کا نام ہے جسے حضرت محمد ﷺ بطور معجزہ لائے ہیں اور وہ سینوں میں محفوظ ہے، زبانوں سے پڑھا جاتا ہے اور مصاحف میں لکھا ہوا ہے۔''

یہ بات تو صاحبِ مضمون بھی جانتا اور اس کا اعتراف کرتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضور اکرم ﷺ سے قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ دور الفاظِ قرآن اور حفظِ قرآن کا تھا یا نہیں تھا؟ پھر اس نے لکھا کہ: ''صحابہ کرامؓ اس لیے قرآن کریم یاد کرتے تھے کہ اس وقت قرآن کریم محفوظ کرنے کا ذریعہ صرف یہی تھا۔'' گویا اس نے اتنا مان لیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی قرآن کریم یاد کرتے تھے اور یہ حفاظتِ قرآن کا ذریعہ تھا۔ دنیا جانتی ہے کہ آج بھی حفاظتِ قرآن کا محفوظ ذریعہ حفظِ قرآن ہی ہے۔ اگرچہ اس کی یہ بات بھی محلِ نظر ہے کہ ''وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، اس لیے قرآن کریم یاد کرتے تھے۔'' کیونکہ صحابہ کرامؓ لکھنا پڑھنا سیکھ چکے تھے، تب ہی تو قرآن کریم کے کاتبین بنے۔ اب اگر قرآن کریم کا یاد کرنا مقاصد میں سے نہیں تھا اور اس پر کوئی اجر وثواب نہیں ملتا تھا تو قرآن کریم لکھنے والے صحابہ کرامؓ تو موجود تھے، پھر یہ حفظ اور یاد کرنے کی بقول اس کے ''صعوبت'' کیوں جھیلتے تھے؟! صاحبِ مضمون نے صرف اس پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ وہ قرآن کریم حفظ کرنے کو ''رسم، بدعت، کشٹ، غیر مقصودی چیز، محض بڑوں کی خوشنودی، جبر اور خوف کا نتیجہ، غیر صحت مند رویے تشکیل دینے کا سبب، حفاظ بچوں میں غیر صحت مند رویوں کے اثرات کا پیدا ہوجانا، ذہنی صلاحیتوں کی نشوونما میں رکاوٹ اور تعلیمی نقطۂ نظر سے بالکل نامناسب'' کہتا ہے، گویا ان کے نزدیک قرآن کریم حفظ کرنا فضول، اس کے الفاظ رٹنا، حماقت، دماغ سوزی اور تضیعِ اوقات ہے۔ **نعوذ باللّٰہ من ذٰلک.**

راقم الحروف سمجھتا ہے کہ یہ باتیں وہ آدمی کرسکتا ہے جو خوفِ خدا، فکرِ آخرت، اسلامی معاشرہ

اور روحِ اسلام سے ناواقف ہو یا اسلام سے آزادی کا خواہاں اور اتباعِ نفس کا مریض ہو، ورنہ ایک سمجھ بوجھ رکھنے والا مسلمان آدمی اس طرح کی باتیں نہیں کرسکتا۔

قرآن کریم کے حفظ کا ثبوت' قرآن کریم، صحیح احادیث اور چودہ صدیوں سے اُمتِ مسلمہ کے عملی تواتر سے ثابت ہے۔ سب سے پہلے حفظِ قرآن پر دلالت کرنے والی چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

۱:-''سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰی.'' (الاعلیٰ:۶)

''ہم آپ کو پڑھائیں گے، آپ بھول نہیں پائیں گے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے نزول کے مقاصد میں سے اُسے حفظ کرنا اور یاد کرنا بھی ہے۔

۲:-''وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْءَ انُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً کَذٰلِکَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَکَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا.'' (الفرقان:۳۲)

''اور کہنے لگے وہ لوگ جو منکر ہیں کیوں نہ اُترا اس پر قرآن سارا (اکٹھا) ایک جگہ ہوکر (ایک بار) اسی طرح اتارا، تاکہ ثابت رکھیں ہم اس سے تیرا دل اور پڑھ سنایا ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر۔''

معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو تھوڑا تھوڑا اس لیے اُتارا جاتا تھا، تاکہ آپ اسے آسانی سے یاد کرسکیں۔

۳:-''اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْءَانَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْءَانَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ.'' (القیامۃ:۱۷،۱۸،۱۹)

''وہ تو ہمارا ذمہ ہے اس کو جمع کرنا (کردینا) تیرے سینہ میں اور پڑھنا تیری زبان سے، پھر جب ہم پڑھنے لگیں فرشتہ کی زبانی تو ساتھ رہ اس کے پڑھنے کے، پھر مقرر ہمارا ذمہ ہے اس کو کھول کر بتلانا۔''

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو حفظ کرنا اور اس کو پڑھنا بھی قرآن کریم کے مقاصد میں سے ہے۔

۴:-''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ.'' (الحجر:۹)

''ہم نے آپ پر اُتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں۔''

قرآن کریم کی حفاظت سے مراد اس کے الفاظ اور معانی دونوں کی حفاظت ہے۔ کیونکہ اس آیت میں ''لَحٰفِظُوْنَ'' مطلق لایا گیا ہے، جس سے اُصولِ عربیت کے مطابق حفاظت کا فردِ کامل مراد لیا جانا ضروری ہے اور حفاظتِ کاملہ وہی ہے جو لفظ اور معنی دونوں کو شامل ہو۔ اُمت میں تاقیامت ایسے

حفاظِ قرآن پیدا ہوتے رہیں گے جو اس کے ہر حرف اور معنی کی حفاظت کرتے رہیں گے۔

تفسیرِ قرطبی میں امام قرطبیؒ نے اسی آیت کے تحت یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک واقعہ نقل کیا ہے، خلیفہ مامون الرشید کے دربار میں بڑے بڑے فقہاء، عالم اور ماہرین جمع ہوکر مختلف مسائل پر بحث کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایسی ہی ایک بحث چل رہی تھی کہ ایک نہایت ہی وجیہ خوبصورت شخص محفل میں شامل ہوا اور اس نے نہایت فصیح و بلیغ زبان اور عالمانہ انداز میں بحث میں حصہ لیا۔ اختتامِ مجلس پر خلیفہ مامون الرشید نے کہا کہ تم اسرائیلی ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! خلیفہ مامون نے کہا: تم مسلمان ہو جاؤ تو ہم تمہاری بہت قدر و منزلت کریں گے، اس شخص نے کہا کہ میں اپنے آباء واجداد کا مذہب چھوڑنے کے لیے تیار نہیں اور چلا گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک سال بعد وہ مسلمان ہوکر مجلس میں شامل ہوا اور فقہی بحث میں بھرپور اور احسن انداز سے حصہ لیا۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو مامون الرشید نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تم وہی شخص نہیں جو گزشتہ سال بھی یہاں آئے تھے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں وہی شخص ہوں۔ خلیفہ نے پوچھا کہ تم نے اسلام کیسے قبول کرلیا؟ اس شخص نے جواب دیا کہ آپ کے پاس سے جانے کے بعد میں نے چاہا کہ میں مختلف مذاہب پر تحقیق کروں۔ آپ کو تو پتہ ہی ہے کہ میرا خط اچھا ہے، اس مقصد کے لیے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ میں نے نہایت عمدہ خط میں تورات کے تین نسخے لکھے اور اس میں کہیں کہیں کمی زیادتی کردی۔ وہ نسخے میں نے کنیسہ میں پیش کیے تو انہوں نے مجھ سے خرید لیے، پھر میں نے بڑی خوش خط کتابت کے ساتھ انجیل کے تین نسخے تیار کیے اور ان میں کمی زیادتی کردی، وہ میں نے عیسائیوں کے سامنے پیش کیے، تو انہوں نے بھی مجھ سے خرید لیے۔ پھر میں نے قرآن کو بھی بہت اچھے خط میں تحریر کیا اور حسبِ معمول تین نسخے تیار کرکے ان میں بھی تحریف کردی، پھر جب میں نے ان نسخوں کو مسلمان کتب فروشوں کی خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے ان کی تحقیق کی، جب انہیں معلوم ہوا کہ ان نسخوں میں کمی زیادتی ہوئی ہے تو انہوں نے لینے سے انکار کردیا۔ پھر یہ شخص کہنے لگا کہ جب میں نے یہ صورت حال دیکھی تو مجھے اس بات پر یقین آ گیا کہ قرآن پاک ہی ایک واحد کتاب ہے جو ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے اور یہی اس کی صداقت کی دلیل ہے۔ اس پر میں نے اسلام قبول کرلیا۔

یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اسی سال میں حج کے لیے گیا تو سفیان بن عیینہؒ سے میری ملاقات ہوگئی، میں نے ان کو یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ: یہی مطلب ہے: ''بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ'' یعنی تورات کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے یہودیوں پر ڈالی تو انہوں نے اسے

ضائع کردیا اور قرآن مجید کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے: ''إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ '' (الحجر:۹).....ترجمہ: ''ہم نے آپ پر اُتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں۔'' اس لیے قرآن مجید اب تک محفوظ ہے۔'' (تفسیر قرطبی، ج:۱۰،ص:۵-۶)

چونکہ قرآن کریم آخری کتاب ہے اور ہمیشہ کے لیے ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا اور ایسی حفاظت فرمائی کہ آج تک شرق وغرب میں اس کے لاکھوں حافظ موجود ہیں اور وہ تواتر کے ساتھ روئے زمین کے مسلمانوں کی زبانوں پر یکساں محفوظ ہے۔ ایک لفظ یا زبر زیر کا فرق نہیں۔ بفرضِ محال اگر قرآن کریم کے تمام مکتوبی اور مطبوعی نسخے روئے زمین سے معدوم ہوجائیں تب بھی قرآن کریم کا ایک جملہ اور ایک کلمہ بھی نہ ضائع ہوسکتا ہے اور نہ بدلا جاسکتا ہے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ: دنیا کی کوئی کتاب ایسی محفوظ نہیں، جیسا کہ یہ قرآن کریم محفوظ ہے، سوائے قرآن کریم کے کوئی کتاب دنیا میں ایسی نہیں جس میں تغیر وتبدل اور تصحیف وتحریف واقع نہ ہوئی ہو۔ (تفسیر کبیر، ج:۵،ص:۲۶۵)

۵:-''بَلْ هُوَ ءَايٰتٌ بَيِّنَاتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ أُوْتُوْا الْعِلْمَ۔'' (العنکبوت:۴۹)

''بلکہ یہ قرآن تو آیتیں ہیں صاف ان لوگوں کے سینوں میں جن کو ملی ہے سمجھ۔''

علماء کرام نے لکھا ہے کہ قرآن کریم کی حفاظت کے ذرائع صرف دو ہی ہوسکتے ہیں: ایک کتابت اور دوسرا اُسے حفظ کرنا، قربِ قیامت میں قرآن کریم کے الفاظ اُٹھا لیے جائیں گے، لیکن ''حفظِ قرآن'' کی صورت میں حفاظت کا ذریعہ باقی رہے گا اور یہ آخرت بلکہ جنت تک ساتھ جائے گا، اس پر کئی احادیث وارد ہیں۔

۶:-''وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْءَانَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ '' (القمر:۱۷)

''اور ہم نے آسان کردیا قرآن سمجھنے کو، پھر ہے کوئی سوچنے والا؟۔''

اب چند وہ احادیث نقل کرتے ہیں جو بالکل صحیح سند اور متن کے اعتبار سے مضبوط ہیں:

۱:-''اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْأٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ ،وَالَّذِىْ يَقْرَءُ الْقُرْأٰنَ وَ يَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ أَجْرَانِ۔'' (رواہ البخاری، ج:۱،ص:۲۶۹)

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآن کریم میں مہارت حاصل کرلی ہو، وہ معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا جو سفیر اور نیکوکار ہیں اور جو شخص قرآن کریم اَٹکتا ہوا پڑھتا ہے، اور اس میں دقت اُٹھاتا ہے، اس کے لیے دو اجر ہیں۔''

ماہر وہی کہلاتا ہے جس کو یاد بھی خوب ہو اور پڑھتا بھی خوب ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما رسولِ دو عالم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

۲:-''مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ اسْتَدْرَجَ النُّبُوَّةَ بَيْنَ كَتِفَيْهِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يُوحٰى إِلَيْهِ لَا يَنْبَغِي لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ أَنْ يَّحِدَّ مَعَ مَنْ يَّحِدُّ وَلَا يَجْهَلَ مَعَ مَنْ يَجْهَلُ وَفِيْ جَوْفِهٖ كَلَامُ اللّٰهِ.'' (رواہ البیہقی فی شعب الایمان والحاکم فی المستدرک، قلت: قال الحاکم فی المستدرک علی شرط الشیخین، ج:۱،ص:۵۵۲)

ترجمہ:''جس آدمی نے قرآن کریم پڑھا، اس نے علومِ نبوت (قرآن) کو اپنی پسلیوں کے درمیان (دل میں) لے لیا، گو اس کی طرف وحی نہیں کی جاتی۔ صاحبِ قرآن کے لیے مناسب نہیں کہ وہ غصہ کرنے والے کے ساتھ غصہ کرے۔ اور نہ یہ مناسب ہے کہ وہ جہالت والے کے ساتھ جہالت سے پیش آئے، جبکہ اس کے پیٹ (دل) میں اللہ تعالیٰ کا کلام موجود ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۳:-''يُجِيْءُ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ حَلِّهٖ فَيُلْبَسُ تَاجَ الْكَرَامَةِ، فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ زِدْهُ، فَيُلْبَسُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: يَا رَبِّ زِدْهُ، فَيُحَلّٰى حُلَّةَ الْكَرَامَةِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: يَا رَبِّ ارْضَ عَنْهُ فَيَرْضٰى عَنْهُ، ثُمَّ يُقَالُ لَهٗ: اقْرَأْهُ وَارْقَهْ وَيُزَادُ بِكُلِّ آيَةٍ حَسَنَةً.'' (سنن الترمذی، ج:۲،ص:۱۱۹)

''قیامت کے روز قرآن مجید آئے گا اور سفارش کرے گا: اے رب! اس (حافظ) کو پہنایئے، پس (رب تعالیٰ اس کو) کرامت کا تاج پہنائیں گے، پھر کہے گا: اے رب! اس حافظ کے لیے اور زیادہ کر تو (اللہ تعالیٰ) اس کو کرامت کی پوشاک پہنائیں گے، پھر کہے گا: میرے رب! اس سے راضی بھی ہو جایئے، پس کہا جائے گا: پڑھتا جا اور (جنت میں) چڑھتا جا اور ہر آیت کے بدلہ ایک حسنہ (نیکی) کا اضافہ کیا جائے گا۔''

اب جنت میں قرآن کریم تو وہی پڑھ سکے گا جس نے حفظ اور یاد کیا ہوگا، جس نے قرآن کریم پڑھا ہی نہیں ہوگا، جس کو قرآن کریم کا تلفظ بھی صحیح نہیں آتا ہوگا وہ قرآن کریم کیسے پڑھ سکے گا؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۴:-''اَلْقُرْآنُ أَفْضَلُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ فَمَنْ وَقَّرَ الْقُرْآنَ فَقَدْ وَقَّرَ اللّٰهَ وَمَنِ اسْتَخَفَّ بِالْقُرْآنِ اسْتَخَفَّ بِحَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى، حَمَلَةُ الْقُرْآنِ هُمُ الْمَحْفُوْفُوْنَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ الْمُعَظِّمُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ الْمُلْبَسُوْنَ نُوْرَ اللّٰهِ فَمَنْ وَالَاهُمْ فَقَدْ وَالَى اللّٰهَ وَمَنْ عَادَاهُمْ فَقَدِ اسْتَخَفَّ بِحَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى.'' (الجامع لاحکام القرآن للقرطبیؒ، ج:۱،ص:۲۶)

''قرآن ہر شئے سے افضل ہے، جس نے قرآن کی تعظیم کی اس نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی اور جس نے قرآن کی بے قدری (اور توہین) کی اس نے اللہ تعالیٰ کے حق کی ناقدری

کی، حاملینِ قرآن (حفاظ اور علماء) اللہ تعالیٰ کی رحمت کے احاطہ میں ہیں، کلام اللہ کی عظمت اور قدر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نور میں ملبوس ہیں، جنہوں نے ان سے دوستی رکھی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھی، جنہوں نے ان سے دشمنی رکھی بے شک انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حق کی ناقدری کی۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

۵:-''إِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِيْ جَوْفِهٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْآنِ كَالْبَیْتِ الْخَرِبِ.''

(مسند احمد، وجامع الترمذی وقال الترمذی حسن صحیح)

''وہ شخص جس (کے دل) میں قرآن مجید کا تھوڑا سا حصہ بھی نہیں وہ ویران گھر کی مانند ہے۔''

دل میں قرآن کریم تو اس شخص کے ہوگا جس نے اس کو حفظ اور یاد کیا ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

۶:-''إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى أُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ، ثُمَّ يَقُوْلُ: أَيُّهُمَا أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ ، فَإِذَا أُشِيْرَ إِلٰى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ.''

(رواہ البخاری، فضائل القرآن الکریم وحملتہ فی السنۃ المطہرۃ لمحمد موسیٰ نصر، ص:۳۳)

''بے شک نبی ﷺ (جنگ) اُحد کے مقتولین میں سے دو دو آدمیوں کو (ایک قبر میں) دفن کرنے کے لیے جمع کرتے تھے، پھر فرماتے: ان میں سے قرآن کو زیادہ حاصل کرنے والا کون ہے؟ پس اگر ان میں سے کسی کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اس کو لحد (قبر) میں پہلے رکھتے۔''

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ زیادہ سے زیادہ قرآن کریم حفظ کرنے کا جہاں دنیا میں (حفاظت قرآن، اشاعت قرآن، تلاوتِ قرآن) فائدہ ہے، وہاں آخرت میں بھی اس کا فائدہ اعزاز واکرام اور اجر وثواب کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۷:-''إِنَّ عَدَدَ دَرَجِ الْجَنَّةِ بِعَدَدِ آيِ الْقُرْآنِ، فَمَنْ دَخَلَ الْجَنَّةَ مِمَّنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلَيْسَ فَوْقَهٗ أَحَدٌ.''

(البیہقی فی شعب الایمان بسند حسن، الجامع الصغیر، ج:۲، ص:۴۵۸)

''بے شک جنت کے درجات قرآن کی آیات کی تعداد کے برابر ہیں، پس حفاظِ قرآن میں سے جو جنت میں داخل ہوگا اور پورا قرآن پڑھے گا اس سے اوپر کوئی نہیں ہوگا۔''

ان قرآنی آیات اور احادیث کا مطالعہ پوری طرح واضح کرتا ہے کہ قرآن مجید کے قیامت تک کے لیے مکمل ضابطۂ حیات ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو آخری دن تک اصل صورت میں محفوظ رکھنے کا حکم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اصل متن کو انسانی تحریف سے محفوظ رکھنے کے لیے اس

کے تحفظ کی ذمہ داری خود لی ہے۔

.....

اب صاحب مضمون کا شق وار جواب تحریر کیا جاتا ہے، صاحب مضمون لکھتے ہیں:

۱:-''قرآن مجید کے حفظ کی رسم صدیوں سے مسلم سماج میں رائج ہے۔ عام تأثر یہ ہے کہ یہ قرآن مجید کی حفاظت کا ذریعہ اور باعثِ اجر وسعادت ہے۔ یہ تصور چند در چند غلط فہمیوں کا مرکب ہے۔''

محترم جناب! قرآن کریم حفظ کرنا رسم نہیں، بلکہ فرضِ کفایہ، حضور اکرم ﷺ کی سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے، جو باعثِ اجر وثواب اور اس کی حفاظت کا ایک ذریعہ ہے اور مسلمانوں کے اس امتیاز اور خصوصیت کو محض تصور کہنا اور اس کو چند در چند غلط فہمیوں کا مرکب کہنا مضمون نگار کی اپج ہے۔

۲:-''قرآن مجید کا مقصد اس کے کلام اور پیام کا ابلاغ ہے۔ ابلاغ کے لیے کلام کا حفظ ہونا ضروری نہیں۔ قرآن مجید کے حفظ کرنے کی ہدایت، بلکہ ذکر تک قرآن مجید میں موجود نہیں۔''

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ جب قرآن کریم کا مقصد کلام اور پیام کا ابلاغ ہے تو جب کلام اور پیام محفوظ ہی نہیں ہوگا تو اس کا ابلاغ کیسے ہوگا؟ ورنہ تو یہ ابلاغ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک محدود رہے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ کے بعد سے قیامت تک کے لوگوں کے لیے اس کلام اور پیام کا ابلاغ کیسے ہوگا؟ حضور اکرم ﷺ نے صرف کتابت پر اکتفا کیا تھا یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حفظ کرنے اور اپنے سینوں میں محفوظ کرنے کا حکم بھی دیا تھا؟ موصوف کا یہ کہنا کہ ابلاغ کے لیے کلام کا حفظ ہونا ضروری نہیں، یہ مضمون نگار کی اپنی رائے ہے جو کہ صحیح نہیں، کیونکہ جب کلام اور پیام کے الفاظ اور معنی ومطلب ہی پیغام دینے والے کو یاد اور معلوم نہیں تو ان کا ابلاغ کیسے ہوگا؟ جب کہ قرآن کریم میں تو ارشاد ہے:

''وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ.'' (النحل:۴۴)

''اور اُتاری ہم نے تجھ پر یہ یادداشت کہ تو کھول دے لوگوں کے سامنے وہ چیز جو اُتری ان کے واسطے اور تاکہ وہ غور کریں۔''

قرآن کریم ذمہ داری لگا رہا ہے کہ پیغامبر اس کلام اور پیام کو بھی پہنچائے اور الفاظ، معنی ومطلب کو بھی بیان کرے۔ اور مضمون نگار نے خود بھی آگے کہہ دیا ہے کہ صرف الفاظ یاد نہ ہوں، بلکہ اس کا معنی بھی آتا ہو، گویا مضمون نگار مان رہا ہے کہ ابلاغ کے لیے صرف الفاظ ہی نہیں، بلکہ الفاظ اور معنی کا معلوم ہونا مبلغ کے لیے ضروری ہے، فہوالمراد۔

۳:-قرآن مجید کی ایک آیت سے قرآن کے حفظ کا مفہوم اخذ کیا جاتا ہے: ''وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ.'' ہم نے اِس قرآن کو یاددہانی کے لیے نہایت موزوں بنادیا ہے۔ پھر کیا ہے کوئی یاددہانی

حاصل کرنے والا؟۔'' (القمر:۱۷) اس آیت سے قرآن مجید کا ایسا حفظ مراد لینا جس میں الفاظ ومعنی کے فہم سے کوئی تعلق نہ ہو سوءِ فہم ہے۔ ''ذکر'' کا لفظ ہی یہ بتانے کے لیے کافی ہے اس مفہوم کو یہاں لینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ''ذکر'' کے مفہوم میں تعلیم، تذکیر، آگاہی، تنبیہ، نصیحت، موعظت، حصولِ عبرت اور اتمامِ حجت جیسے تمام مفاہیم اس میں شامل ہیں۔''

جواب: اس کا جواب اپنی طرف سے لکھنے کی بجائے ساتویں صدی کے مفسرِ قرآن ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبیؒ سے لیتے ہیں کہ انہوں نے اس آیت کے بارہ میں کیا فرمایا ہے، تفسیر قرطبی میں ہے:

''**أي سهلناه للحفظ وأعنا عليه من أراد حفظهٗ، فهل من طالب لحفظهٖ فيعان عليه؟ ويجوز أن يكون المعنى: ولقد هيأناه للذكر مِنْ يَسَّرَ نَاقَتَهٗ للسفر: إذا رحلها ويسَّر فرسهٗ للغزو إذا أسرجهٗ وألجمهٗ، قال:**

وقمتُ إليه باللجام مُيسِّرا هنالک يجزيني الذي كنت أصنع

وقال سعيد بن جبير: ليس من كتب اللّٰه كتاب يقرأ كلهٗ ظاهرا إلا القرآن، وقال غيرهٗ: ولم يكن هٰذا لبني إسرائيل، ولم يكونوا يقرءون التوراة إلا نظرا، غير موسٰى وهٰرون ويوشع ابن نون وعزير صلوات اللّٰه عليهم، ومن أجل ذٰلک افتتنوا بعزير لما كتب لهم التوراة عن ظهر قلبهٖ حين أحرقت على ماتقدم بيانهٗ في سورة براءة، فيسّر اللّٰه تعالٰى علٰى هٰذه الأمة حفظ كتابهٖ ليذكروا مافيه.''

(تفسیر قرطبی، ج:۱۷، ص:۱۳۴)

''یعنی ہم نے قرآن کو حفظ کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے، جو حفظ کا ارادہ کرے ہم اس کا تعاون کریں گے، پس کوئی اس کے حفظ کا طالب ہے کہ اس کا تعاون کیا جائے؟ مشہور تابعی اور مفسر قرآن سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کی کتابوں میں قرآن کے علاوہ کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جسے حفظ سے تلاوت کیا گیا ہو۔ اور ایک مفسر کہتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت یوشع بن نون علیہ السلام اور حضرت عزیز علیہ السلام تورات کے حافظ تھے، ان کے علاوہ بنی اسرائیل کے تمام لوگ اسے دیکھ کر پڑھتے تھے۔ اسی وجہ سے بنی اسرائیل تورات جل جانے کے بعد حضرت عزیز علیہ السلام کے محتاج ہوئے تھے تو انہوں نے ان کے لیے اپنی یاد سے تورات لکھ دی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس اُمت پر قرآن کے حفظ کرنے کو آسان کر دیا، تاکہ قرآن اُن کے دل ودماغ میں محفوظ ہو اور ان کے اعضاء پر سلطنت کرے۔''

''**قال الحسنؒ: أعطيت هٰذه الأمة الحفظَ وكان من قبلها لايقرءون كتابهم إلا نظرا فإذا طبقوه لم يحفظوا مافيه إلا النبيون ..... وهم أصحاب محمد صلى اللّٰه عليه وسلم، والمؤمنون به يحفظونهٗ ويقرءونهٗ، ووصفهم بالعلم.**'' (تفسیر قرطبی، ج:۱۳، ص:۳۵۴)

''حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس اُمت کو حفظ عطا کیا گیا ہے اور ان سے پہلے وہ اپنی کتابیں صرف دیکھ کر ہی پڑھا کرتے تھے، جب یاد کرنا چاہتے تو صرف انبیاء ہی حفظ کر سکتے تھے، اور یہ محمد ﷺ کے صحابہؓ اور ایمان والے ہیں جو اسے (قرآن مجید کو) یاد بھی کرتے ہیں اور پڑھتے بھی ہیں اور ان کو علم سے بھی متصف کیا ہے۔''

۴:-''ماہِ رمضان میں تراویح کی نماز، جو درحقیقت نمازِ تہجد ہی ہے، میں پورے قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے سماع کا اہتمام مسلمانوں کا اپنا انتخاب ہے۔ اس کا سنت سے کوئی تعلق نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ماہِ رمضان میں قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے، نہ کہ نمازِ تہجد میں۔ نمازِ تہجد میں قرآن مجید کی تلاوت کا ذکر جہاں قرآن مجید میں آیا ہے تو دیکھا جا سکتا ہے کہ وہاں یہ سہولت دی گئی کہ جتنا ہو سکے اتنا پڑھ لیا جائے۔ ''فَاقْرَءُوْا مَاتَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ'' چنانچہ اب قرآن میں سے جتنا ممکن ہو، اِس نماز میں پڑھ لیا کرو۔'' (المزمل:۳-۲۰)۔''

جواب: موصوف کو رمضان المبارک میں تراویح میں مکمل قرآن کریم سنانے پر بھی اعتراض ہے، اور تراویح کو تراویح ماننے کے لیے بھی تیار نہیں، حالانکہ حضور اکرم ﷺ نے تین راتیں تراویح کی نماز پڑھائی۔ پہلی رات تہائی رات تک، دوسری رات آدھی رات تک، اور تیسری رات کو اتنی دیر تک پڑھائی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں سحری کا وقت نہ ختم ہو جائے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ڈھائی سالہ دور تقریباً جہاد میں گزرا، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ مسجدِ نبوی میں مختلف ٹولیوں میں صحابہؓ تراویح پڑھ رہے ہیں تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ اور اجماع سے ایک امام حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ - جن کو حضور ﷺ سب سے بڑے قاری ہونے کا تمغہ عطا فرما چکے تھے- کے پیچھے سب کو تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ وہ عشاء کی نماز کے بعد ایک امام کے پیچھے بیس رکعت نماز تراویح باجماعت اور پورے رمضان میں مکمل قرآن کریم کی تلاوت اور تراویح کے بعد وتر باجماعت پڑھاتے تھے۔ تب سے آج تک اہلِ سنت والجماعت اس پر عمل کرتے آ رہے ہیں، کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''**فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديينؓ، تمسّكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ.**'' (مشکوٰۃ المصابیح، ص:۳۰، ط:قدیمی)

''میری سنت اور خلفاء راشدینؓ کی سنت کو مضبوطی سے تھامو، اور کچلی کے دانتوں سے مضبوطی سے پکڑ کر رکھو۔''

موصوف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کو محض ''مسلمانوں'' کا انتخاب کہہ کر ایک تو یہ مغالطہ دینا چاہتے ہیں کہ یہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بہت بعد کے زمانہ کا عمل ہے اور ساتھ ہی اگر کوئی اعتراض کرے کہ کیا صحابہؓ مسلمانوں میں شامل نہیں؟! تو کہہ دیا جائے کہ میں نے صحابہؓ کا انکار تو

نہیں کیا۔ ہر عقل مند آدمی سوچ سکتا ہے کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے ادبی اور عام مسلمانوں کو مغالطہ دینے کی کوشش ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''نماز میں قرآن کریم پڑھنا سب سے افضل ہے۔'' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ خود رات کا اکثر حصہ نماز اور قرآن کریم پڑھنے میں گزار دیتے تھے، جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے سورۂ بقرۃ، سورۂ آل عمران، سورۂ نساء اور سورۂ مائدہ تک تمام سورتیں ایک رات کی نماز میں تلاوت فرمائیں۔ موصوف ''فَاقْرَءُوْا مَاتَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ'' سے جو استدلال کر رہے ہیں، یہ صحیح نہیں، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے اس آیت کی تفسیر اپنے عمل سے بتلادی، جیسا کہ اوپر گزرا ہے اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تراویح میں اُسے پڑھ کر اُمت کے سامنے عملی نمونہ پیش کر دیا۔

محترم حفظِ قرآن کے بھولنے پر وعیدات قرآن کریم اور احادیث میں موجود ہیں، جو تنبیہاً سنائی جاتی ہیں، تاکہ قرآن کریم سے کوئی حافظ، قاری اور عالم غافل نہ ہو، صحیح بخاری و مسلم میں یہ روایت موجود ہے کہ:

''تَعَاهَدُوْا الْقُرْآنَ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِّنَ الْإِبِلِ فِيْ عَقْلِهَا –متفق عليه–'' (مشکوۃ:۱۹)

''قرآن کریم کی حفاظت کرو، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہ قرآن اونٹ کے اپنی مہار سے نکلنے سے زیادہ تیز ہے۔''

اور بھولنے پر وعید حدیث میں ہے:

''قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم : بئس ما لأحدهم أن يقول: نسيت آيِ كيت وكيت بل نُسِيَ واستذكر القرآن فإنهٗ أشد تفصيًا من صدور الرجال من الفم –متفق عليه–۔'' (مشکوۃ:۱۹)

''رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: بہت برا ہے وہ شخص جو یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا ہوں، ایسا نہیں بلکہ وہ بھلا دیا گیا ہے، قرآن مجید کو یاد کرو، کیونکہ وہ منہ کی بنسبت لوگوں کے سینوں سے زیادہ جلدی نکلنے والا ہے۔''

ان احادیث سے جہاں یہ ثابت ہو رہا ہے کہ قرآن کریم کا محفوظ رہنا بار بار دہرائی اور دور سے ہوتا ہے، وہاں یہ بھی ثابت ہو رہا کہ بھلانے پر وعید بھی ہے، بلکہ فرمایا کہ: کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ بھول گیا، بلکہ بھلا دیا گیا۔

موصوف کے نزدیک ''ان وعیدات کا مقصد قرآن مجید سے تعلق پیدا کر لینے کے بعد اگر وہ اسے بھول جائیں گے تو ان سے سخت مواخذہ ہوگا۔''

جواب: اول تو کوئی پوچھ سکتا ہے کہ اس تعلق سے کیا مراد ہے؟ اس کی درست تشریح کیا ہے؟ اور پھر یہ تعلق والی بات کس قرآن کریم کی آیت یا حدیث سے ثابت ہے؟ اور اردو محاورہ میں تعلق کا کیا معنی لیا جاتا ہے؟ اور نیز محض تعلق والی بات کہہ کر قرآن کریم کی عظمت اور حیثیت میں کیا کمی نہیں کی جارہی؟

۵:- ''رسول اللہ ﷺ سے منقول قرآن مجید کے حفظ کرنے کی ترغیب دلانے والی روایات میں سے جو معیارِ صحت پر پورا اُترتی ہیں ان میں بھی اس تصور کا پایا جانا ممکن نہیں کہ آپ نے لوگوں کو بلا سمجھے قرآن مجید کو زبانی یاد کرنے کی تلقین فرمائی ہو۔ آپ کے مخاطبین قرآن مجید کی زبان سے واقف تھے، ان کے لیے اسے سمجھے بغیر یاد کرلینا متصور ہی نہیں۔ البتہ عرب کی غالب اکثریت لکھنا پڑھنا نہیں جانتی تھی، لکھنے پڑھنے کا سامان بھی کم یاب تھا، قرآن مجید ان سب کو لکھ کر دے بھی دیا جاتا تو وہ اسے پڑھ نہیں سکتے تھے، قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ اسے حفظ کرلینے کی یہ ہدایات انھیں اس بنا پر دی گئیں کہ ان کے لیے قرآن مجید سے مراجعت کا یہی طریقہ رہ جاتا تھا کہ وہ اسے زبانی یاد بھی کرلیں۔ یوں اُس وقت قرآن مجید کے حفظ کے ذریعے سے بھی اس کی حفاظت کا کام لیا گیا، لیکن اس کی وجہ حالات کی یہ مجبوری تھی۔ چنانچہ عرب کے لوگ اپنی عادت کے مطابق قرآن مجید کو یاد کرلیتے تھے، جیسے وہ خطباء اور شعراء کے کلام کو زبانی یاد کرلیتے تھے۔''

جواب: گویا مضمون نگار نے مان لیا کہ حفظِ قرآن کی ترغیب دلانے والی روایات (احادیث) موجود ہیں اور صحابہ کرامؓ حفظ بھی کرتے تھے، اگرچہ ان کو حالات کی مجبوری بتایا، جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کا کلام اور اپنے ایمان میں اضافے کا ذریعہ سمجھتے ہوئے خوش ہوکر اس کی تلاوت اور حفظ کیا کرتے تھے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

''وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِ إِيمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ.'' (التوبۃ:۱۲۴)

''اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورت تو بعضے ان میں کہتے ہیں: کس کا تم میں سے زیادہ کردیا اس سورت نے ایمان؟ سو جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کا زیادہ کردیا اس سورت نے ایمان اور وہ خوش وقت ہوتے ہیں۔''

باقی چونکہ حفظِ قرآن تعلیم اسلام کے مراحل میں سے ایک مرحلہ ہے، حفظ کے بعد پھر یہ جان پہچان کہ یہ قرآن کریم کا کلمہ، اسم ہے یا فعل ہے یا حرف ہے، یا پھر ان کی ترکیب کیا ہے؟ پھر اس ترکیب کے ساتھ معنی کیا بنتا ہے؟ پھر عربی الفاظ کی لغات کیا ہیں؟ پھر حضور ﷺ، صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد جمہور امت نے اس کا کیا مطلب لیا ہے؟ یہ تمام مراحل قرآن وسنت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہیں تو

حفظ کے بعد ان کا مرحلہ آتا ہے اور الحمدللہ! اکثریت حفاظ کی یہ مراحل بھی عبور کر لیتی ہے۔ آج تک کسی نے یہ نہیں کہا کہ صرف حفظ کر کے رک جاؤ، بلکہ علمائے کرام تو ترغیب دیتے ہیں کہ حافظ بننے کے ساتھ ساتھ عالم بھی بنو، اگلے مراحل بھی طے کرو۔ ہاں! بعض لوگ حفظ کے بعد معروضی حالات کی بنا پر یا تو یہیں تک رک جاتے ہیں یا دوسری دنیوی راہ اختیار کر لیتے ہیں تو اتنا تو ان میں بھی فضیلت اور شرف موجود ہے کہ وہ قرآن کریم کے الفاظ کے حاملین ہیں، پھر اللہ تعالیٰ آگے ان سے بھی کم از کم اتنا تو کام لے لیتا ہے کہ وہ اس کلام اور پیام کے الفاظ کا ابلاغ اگلی نسلوں تک کر لیتے ہیں۔ تو کیا موصوف ان حفاظ کو اس شرف اور فضیلت سے بھی محروم رکھنا چاہتے ہیں؟!

۶:- ''یہ خیال ایجاد کیا گیا کہ قرآن مجید کا حفظ کرنا معجزہ ہے۔ یہ حقیقتاً درست نہیں۔ قرآن مجید صبح سے لے کر شام تک کا سارا وقت لگا کر اوسطاً تین سے چار سال میں حفظ کیا جاتا ہے۔ اتنا وقت اتنی ضخامت کی کسی بھی کتاب کو زبانی یاد کرنے کے لیے کافی ہے۔''

جواب: مضمون نگار قرآن کریم کے حفظ کو اللہ تعالیٰ کی عنایت اور قرآن کریم کا اعجاز ماننے کے لیے بھی تیار نہیں، یہ ایک ایسی بدیہی بات کا انکار ہے، جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ جس طرح ایک آدمی دن دہاڑے سورج کا انکار کرے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ اسی طرح اس بات کے انکار کا بھی کوئی علاج نہیں۔ تاریخ میں موجود ہے کہ امام محمدؒ- جو امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں- نے ایک ہفتہ میں مکمل قرآن کریم حفظ کر لیا۔ اس کے علاوہ تاریخ میں اور کتنی مثالیں موجود ہیں۔ ہمارے سامنے ایک ایسی مثال بھی موجود ہے کہ گزشتہ سال اقرأ روضۃ الاطفال ٹرسٹ لاہور کی تقریب میں ایک پونے چار سال کی بچی کو اسٹیج پر لایا گیا جس نے آٹھ ماہ میں پورا قرآن حفظ کر لیا اور اس نے مختلف جگہوں سے تلاوت کر کے قرآن کریم سنایا۔ یہ قرآن کریم کا اعجاز نہیں تو اور کیا ہے؟ صاحبِ مضمون سے یہ مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم کے علاوہ اور کسی کتاب کے صرف ایک حافظ کو دکھلا دیں، جس نے قرآن کریم جتنا بڑی کتاب کو اتنے مختصر عرصہ میں حفظ کر لیا ہو: ''**هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ**.''

۷:- ''ایک متھ یہ بھی ایجاد کی گئی ہے کہ حافظ قرآن کا ذہن زیادہ تیز ہوتا ہے۔ اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ کچھ بچے تو قدرتی طور پر زیادہ ذہین ہوتے ہیں اور اسی بنا پر ان کے والدین انھیں حفظ میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ بچے دیگر میدانوں میں بھی ذہانت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ تاہم عام حافظ کا ذہن رٹا لگانے میں ماہر ہو جاتا ہے۔ فہم کلام کی مشق اس نے بچپن کے اس دور میں نہیں کی ہوتی جب یہ صلاحیتیں پروان چڑھتی ہیں۔ پاکستان میں چونکہ تعلیمی نظام عمومی طور پر رٹا پر مبنی ہے، اس لیے حفاظ یہاں بھی اچھی کارکردگی دکھا پاتے ہیں، مگر یہ حقیقت میں کوئی خوبی نہیں۔''

جواب: موصوف کی یہ تمام باتیں خود تراشیدہ اور حقائق سے بہت دور ہیں، قرآن کریم

پڑھنے ہی کی برکت سے ذہن تیز اور قوی ہوتا ہے۔ پڑھی ہوئی یا سنی ہوئی باتوں کو یاد کر لینے کا ملکہ قوی اور تیز ہو جاتا ہے، اس بنا پر وہ دوسرے میدانوں میں بھی بہت اچھی کارکردگی دکھاتا ہے، یہ ایسے حقائق ہیں جن کا زمانہ شاہد ہے۔ موصوف نے تو پورے پاکستان کے تعلیمی نظام پر بھی الزام لگا دیا کہ یہاں تعلیم رٹے پر مبنی ہے، جس کا جواب محکمہ تعلیم کے ذمہ ہے۔ راقم الحروف سمجھتا ہے کہ محض اپنی بات بنانے اور پاکستان کے پورے تعلیمی نظام کو موردِ الزام ٹھہرانا یہ بہت بڑی جسارت، زیادتی اور بہت بڑا الزام ہے، جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

۸:-''موجودہ دور میں جب کہ قرآن مجید کو محفوظ رکھنے، پڑھنے اور آیات اور موضوعات تلاش کرنے کے جدید ترین ذرائع وجود میں آچکے ہیں تو کوئی وجہ نہیں انسان کے قیمتی وقت کو ایک ایسی مشقت میں لگایا جائے جس کا کوئی مطالبہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اور نہ دین کا کوئی مفاد اب اس سے وابستہ ہے۔''

جواب: موصوف سے کوئی پوچھ سکتا ہے کہ آپ اپنی ذات کے متعلق ان آلات اور ذرائع پر کیا کلی اعتماد کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں کر سکتے تو آپ قرآن کریم جیسی کتاب کو ان ذرائع کا تختۂ مشق بنانے پر کیوں مصر اور تلے ہوئے ہیں اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ کفار قرآن کریم کو مٹانے کے کیا کیا حربے کر چکے ہیں، آج بھی کر رہے ہیں اور آگے چل کر بھی کریں گے۔ کہیں موصوف کی یہ تجویز ان کے کام کو آسان کرنے کی معاون اور ممد تو نہیں؟ قرآن کریم کو حفظ کرنا محض مشقت نہیں، بلکہ سعادت، فضیلت اور اعزاز ہے، جس کا مطالبہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اور مذکورہ بالا آیات اور احادیث اس پر کافی شاہد اور دلیل ہیں۔

آخر میں بطور ہمدردی اور خیر خواہی کے عرض کرنا چاہوں گا کہ موصوف اس تحریر سے دین اسلام، قرآن کریم اور مسلمانوں کی تو کوئی خدمت کر نہیں رہے، بلکہ قرآن کریم کی حفاظت، اس کی عظمت، اس کے تقدس واحترام اور مسلمانوں کے قرآنی نظام کو ختم کرنے کے درپے ہیں اور ان کی اس سوچ، فکر اور تدبیر سے کفار کا مقصد، منشأ اور ان کی خواہش پورا کرنے کی ایک بھونڈی کوشش ہے، اس کے علاوہ اس تحریر کا کوئی فائدہ نہیں۔

ہم موصوف سے پوچھنا چاہیں گے: کیا آپ اپنی اس تحریر کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں لے کر پیش ہو سکتے ہیں؟ اور اس کا جواب دے سکتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ایسے لاحاصل کام کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ **إن أريد إلا الإصلاح ماستطعت وماتوفيقي إلا بالله.**

وصلّى الله تعالى على خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين